آیات ترجیع کا اسلوب :تفسیر تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان کا خصوصی مطالعہ

Pattern of Verses of *Tarjī'*: Special Study of *Tafsīr Tabsīr ul Rahmān wa Tasīr ul Manān*

حافظ محمد زبیر*

ڈاکٹر محمد سعید شیخ**

Abstract

Repetition of different words and verses in Qur'ān is called Tarjī`. Meaning of these repeated words and verses can be determined from context. Qur'ān repeats few words and verses for assertion of some teachings. Repeated words and verses are found in many chapters of Qur'ān. Few interpreters and commentators of Qur'ān explained these repeated words and verses in monotonous tune which leads the reader tedious. Whereas others interpreters attempted to describe these repeated words and verses, every time, with a new aspect according to context. One of them is *Syed Makhdoom Ali Mahaimi*.

Keywords: *Tarjī'*, *Mahaimi*, Aayat, Tafsīr literature, Qur'ān

موضوع کا تعارف واہمیت:

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو مسئلہ اور مضمون نہایت ہی اہمیت کا حامل ہو اُس کو بار بار ذکر کرتے ہیں، تا کہ وہ سامعین کے دل ودماغ میں راسخ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر حد درجہ مشفق و مہربان ہے، وہ اپنے الطاف کے پیش نظر اپنے بندوں کی اُخروی زندگی سنوارنے کے لیے قرآن کریم میں مختلف طریقوں اور متنوع اسالیب سے مسئلۂ توحید، مسئلۂ رسالت، بعث بعد الموت، انبیا سابقین اور امم سابقہ کے قصے، وعد و وعید اور احکام وغیرہ کو بار بار ذکر فرماتے ہیں۔ جو لوگ قرآن کے اس انداز سے ناواقف ہیں وہ اس کی ادبی نزاکتوں اور معنوی گہرائیوں تک نہیں پہنچ پاتے ، اسی لیے انھیں قرآن میں بس تکرار ہی تکرار نظر آتی ہے۔ دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مقالہ قرآن کا مصنف قرآن کے اُسلوب و معانی سے بے خبر یہ اعتراض پیش کرتا ہے:

> "Thus the Qur'ān often gives the impression of having been produced by a rather haphazard method of composition, an impression that is further

*پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور۔

**اسسٹنٹ پروفیسر، ماڈرن سنٹر آف ایکسیلینس ان اسلامک اسٹڈیز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور۔

heightened by the fact that certain favorite phrases such as "but God is forgiving compassionate" God is knowing ,wise", "most of them know nothing" often have little or no connection with the immediate context and seem to have been added in order to produce a needed rhyme".[1]

اس طرح قرآن اکثر یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ غیر منظم انداز میں ترتیب دیا گیا ہے اور اس بات کو اس سے مزید تقویت ملتی ہے کہ مختلف پسندیدہ اور دل نشین جملے، جیسے وَلٰكِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، اِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ، وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ وغیرہ سیاق وسباق سے بہت کم تعلق رکھتے ہیں، یا بالکل ہی غیر متعلق ہوتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف صوتی ہم آہنگی کے لیے لائے گئے ہیں۔

ترجیع کا لغوی معنی

تَرْجِيع ،عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب رَجَعَ سے اسم مشتق ہے ، ترجیع کے لغوی معنی ہیں لوٹانا، دہرانا۔ انھی معنوں میں یہ جملے استعمال ہوتے ہیں: رَجَّعَ فِيْ صَوْتِهٖ:حلق میں آواز گھمانا،تَرَجَّعَ فِيْ الْمصيبة:کسی مصیبت پر یا کسی کی وفات پر قرآن مجید کی آیت، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ[2] پڑھنا جس کے معنی ہیں: بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

الترجيعُ: تَرْدِيدُ الْقِرَاءَةِ، وَمِنْهُ تَرْجِيعُ الأَذان،ترجیع سے مراد ہے ایک شئے کو بار بار پڑھنا اور اذان میں ترجیع کرنا بھی اسی قسم سے ہے۔

رَجَّعَ المؤذّنُ في أَذَانِه: مؤذن کا اذان میں ترجیع کرنا۔ اذان میں ترجیع سے مراد شہادت کے دونوں کلمے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلا الله،أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ پہلے دو دفعہ آہستہ اور پھر دو دفعہ بلند آواز سے کہنا۔

تَرَاجَعَ الْقَوْمُ الْكَلامَ بَيْنَهُم:قوم کا آپس کی گفتگو میں الٹ پھیر کرنا۔[3]

قرآن کریم میں بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے کہ جب منکرین حق کو موت آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں:

قالَ رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّي أَعْمَلُ صالِحاً [4]

---

[1] Smith, John, *The Encyclopaedia Britannica*, 8th ed., "Quran" (Chicago: Encyclopaedia Britannica, 1974), 15: 342

[2]۔القرآن،2: 156

[3]۔ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، س،ن)، فصل الراء، ج8، ص114۔115

اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں اچھے اعمال کروں۔
جب برادران یوسف غلہ لے کر واپس شام کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے کارندوں سے فرمایا کہ ان کے پیسے ان کے سامان میں باندھ دو: لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ [5]
تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹیں تو اپنی رقم کو پہچان لیں شاید اس وجہ سے وہ دوبارہ لوٹیں۔
مذکورہ بالا تمام معانی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ترجیع کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے، جہاں کسی بات کو بار بار دہرایا جارہا ہو۔

ترجیع کا اصطلاحی مفہوم

ترجیع سے مراد قرآن مجید کے ایک ہی لفظ یا ایک ہی جملے کو بار بار دہرانا، جیسے فَبِاَیِّ آلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ، یہ جملہ ایک خاص وقفہ سے سورہ رحمٰن میں اکتیس مرتبہ استعمال ہوا ہے، لیکن ہر جگہ سیاق وسباق کے مطابق اس کا مطلب مختلف ہے۔ اگر ہر آیت میں آلاء کا ترجمہ نعمت سے کیا جائے تو اس سے قاری وسامع اکتاہٹ کا شکار ہوسکتے ہیں۔ آلاء کا جامع ترجمہ اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب شان ہے۔[6] گویا ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب شان، اس کی حکمت ومصلحت کا مفہوم پایا جاتا ہے، اس لیے ہر آیت کے اپنے سیاق وسباق میں اس آیت کا الگ مفہوم متعین ہوگا۔ اس طرح کی ترجیعات سورہ بقرہ، سورہ شعراء، قمر اور مرسلات وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔

علامہ ابن قتیبہ (213-276ھ) ترجیع کے بارے میں لکھتے ہیں:
"وأما تكرار الكلام من جنس واحد وبعض يجزىء عن بعض كتكراره فى قُلْ يٰٓاَيُّهَاالْكٰفِرُوْنَ وفى سورة الرحمٰن بقوله فَبِاَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَاتُكَذِّبَانِ --- إن القرآن نزل بلسان القوم وعلى مذاهبهم ومن مذاهبهم التكرار -إرادة التوكيد والإفهام"-[7]

[4]۔ المومنون23: 99
[5]۔ یوسف12: 62
[6]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات قرآنی، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، 2009)، ص337۔
[7]۔ ابن قتیبہ، ابوعبداللہ محمد بن مسلم دینوری، تاویل مشکل القرآن، (مصر: دارالاحیاء الکتب العربیۃ، س۔ن)، ص182۔

ایک ہی بات کو یا اس کے مترادف اجزا کو دہرانا، جیسے سورہ کافرون اور سورہ رحمان میں ہے۔ قرآن عربی میں ،اور عربوں کے لسانی مذاہب کے مطابق اترا ہے اور یہ عربوں کا طریقہ ہے کہ وہ تاکید اور بات سمجھانے کے لیے تکرار کا اسلوب اختیار کرتے ہیں۔

علامہ ابن قتیبہ کے نزدیک کلام میں ایک جملہ یا اس کے اجزا کو بار بار دہرانا معیوب نہیں ہے، یہ اسلوب عربوں میں رائج تھا، وہ اپنے اشعار اور فصیح کلام میں تاکید اور بات سمجھانے کے لیے اسے بروئے کار لاتے تھے۔

علامہ ابن قتیبہ سورہ رحمان کی آیت ترجیع کے بارے میں لکھتے ہیں :

"وأما تكرار فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُما تُكَذِّبانِ فإنه عدّد في هذه السورة نعماءه، وأذكر عباده آلاءه، ونبههم على قدرته ولطفه بخلفه، ثم أتبع ذكر كل خلّة وصفها بهذه الآية، وجعلها فاصلة بين كل نعمتين، ليفهّمهم النّعم ويقرّرهم بها، وهذا كقولك للرجل أجل أحسنت إليه دهرك وتابعت عنده الأيادي، وهو في ذلك ينكرك ويكفرك: ألم أبوّئك منزلا وأنت طريد؟ أفتنكر هذا؟ و: ألم أحملك وأنت راجل؟ ألم أحج بك وأنت صرورة؟ أفتنكر هذا؟"۔[8]

اللہ نے اس سورہ میں اپنی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے اور اپنے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں، اپنی قدرت، عنایت اور لطف کی طرف توجہ دلائی ہے، پھر ہر نعمت کے بعد اس آیت کو بطور یاد دہانی شامل کر دیا ہے اور ہر دو نعمتوں کے درمیان فاصلہ قرار دیا ہے تاکہ انسان نعمتوں کو سمجھ سکے اور ان کا اعتراف کر سکے، اس کی مثال یوں سمجھیے کہ کوئی شخص کسی پر زبردست احسان کرے، ممکن ہے وہ اس کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے ان احسانات کو بھول جائے تو وہ شخص کہے گا، کیا صورت حال یہ نہیں ہے کہ تم بے یار و مددگار تھے، میں نے تمھیں ٹھکانہ فراہم کیا؟ کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو؟ کیا تم پیدل نہ تھے اور میں نے تمھیں سواری دی؟ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ تمھیں حج کرنے کی توفیق نہ ملی تھی اور میں نے تمھیں حج کرایا؟ کیا اِن احسانات کو تم بھلا سکتے ہو؟

علامہ ابن قتیبہ کے نزدیک سورہ رحمٰن میں آیت ترجیع لانے کا مقصد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلانا ، اپنی قدرت، عنایت اور لطف کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے، خصوصاً ناشکرے بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلا کر ان کی آنکھیں کھولی جا رہی ہیں، جب بار بار ان پر کیے گئے احسانات یاد کرائے جائیں گے تو عین ممکن ہے کہ ان کا ضمیر بیدار ہو اور وہ اطاعت و وفاشعاری کی راہ اختیار کر لیں۔

علامہ زرکشی(745۔794ھ) ترجیع کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[8]- ایضاً، ص183۔

"وَقَدْ غَلِطَ مَنْ أَنْكَرَ كَوْنَهُ مِنْ أَسَالِيبِ الْفَصَاحَةِ ظَنًّا أَنَّهُ لَا فَائِدَةَ لَهُ وَلَيْسَ كذلك بل هو من محاسنها--- لِأَنَّ الْإِنْسَانَ مَجْبُولٌ مِنَ الطَّبَائِعِ الْمُخْتَلِفَةِ وَكُلُّهَا دَاعِيَةٌ إِلَى الشَّهَوَاتِ وَلَا يَقْمَعُ ذَلِكَ إِلَّا تَكْرَارُ الْمَوَاعِظِ وَالْقَوَارِعِ"۔ [9]

جس کا یہ خیال ہے کہ تکرار اسلوبِ فصاحت کے خلاف اور بے فائدہ ہے ،اس شخص نے غلطی کی ۔تکرار فصاحت کی خوبیوں میں سے ہے،کیونکہ انسان مختلف جبلتوں کے ساتھ پیدا ہوا ہے اور یہ جبلتیں انسان کو مختلف خواہشات کی طرف بلاتی ہیں،ان کا سدباب مواعظ اوردھمکیوں کے تکرار کے بغیر ممکن نہیں۔

علامہ زرکشی کے نزدیک انسان میں خیر وشر کی مختلف قوتیں کار فرما ہیں،جس کی وجہ سے اس کے بہکنے کا خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے اور یہ خطرہ بار بار نصیحت اور وعدو وعید سے ہی کم کیا جاسکتا ہے۔

مولانا فراہی(۱۲۸۰۔۱۳۴۹ھ)[10] کا آیات ترجیع کے بارے میں موقف یہ ہے:

"إن من حسن الترجيع مناسبة لما قبله من الذكر، ولذلک لابد أن يكون جامعا لوجوه من المعانی"۔[11]

ترجیع کی خوبی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مواقع کے لحاظ سے نہایت بامعنی اورپوری طرح واضح ہواورجوبات اس سے اوپربیان ہوئی ہے اس سے پوراپورالگاؤرکھتی ہو۔

مولانا امین احسن اصلاحی(1904۔1997ء)[12] کا آیات ترجیع کے بارے میں موقف یہ ہے:

---

[9] الزرکشي، أبو عبد الله بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر ،(۷۴۵۔۷۹۴) البرهان في علوم القرآن،(بیروت:دارالمعرفة للطباعة والنشر، ۱۳۷۶ھ)،ج3،ص13

[10]۔ مولاناحمید الدین فراہی(۱۲۸۰۔۱۳۴۹ھ) مولاناشبلی نعمانی کے ماموں زاد بھائی تھے، جامعہ عثمانیہ میں مولاناحمید الدین فراہی نے دینی وعصری علوم کا حسین امتزاج قائم کیا۔اسی طرح مدرسۃ الاصلاح میراعظم گڑھ کانصاب جدید خطوط پر استوار کیا۔دارالمصنفین اعظم گڑھ کے علمی معاملات میں ہمیشہ دل چسپی لیتے رہے،ان کے حلقہ درس سے مستفید ہونے والوں میں مولانا امین احسن اصلاحی کے علاوہ اورکئی بڑے علماشامل ہیں۔

[11]۔فراہی،مولاناحمید الدین (م۱۳۴۹ھ)نظام القرآن، (سرائے میر:مدرسۃ الاصلاح ،الدائرۃ الحمیدیہ،۱۳۸۸ھ)،ص248۔

[12]۔مولانااصلاحی مدرسۃ الاصلاح سرائے میرسے فارغ التحصیل ہوئے۔مولاناحمید الدین فراہی کے پانچ سال تک خاص شاگرد رہے ۔اپنے استاذ کی فکر کومتعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

"جس سورہ میں کسی آیت کی ترجیع ہو اس کو اس سورہ میں خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ گویا متکلم تھوڑے تھوڑے وقفے سے اپنے دعویٰ پر دلائل بیان کرتے ہوے ضدی مخاطب کو بار بار توجہ دلاتا ہے کہ اپنی ضد ہی پر کیوں اڑے ہوے ہو، اس واضح حقیقت پر غور کیوں نہیں کرتے ہو جو تمھارے سامنے دلائل کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے"۔[13]

ڈاکٹر محمود احمد غازی (1950۔2010ء) آیات ترجیع کی وضاحت کرتے ہوے لکھتے ہیں:

"ترجیع سے مراد ہے قرآن مجید کے ایک ہی لفظ یا ایک ہی عبارت کو بار بار دہرانا۔ تصریف کا مطلب تو ہے ایک مضمون کو دہرانا۔ اس میں کبھی الفاظ مختلف ہوتے ہیں، کبھی نہیں ہوتے۔ ترجیع، تصریف ہی کی ایک شکل بلکہ اس کی ایک قسم ہے۔ اس میں ایک لفظ یا ایک جملہ کو بار بار دہرایا جاتا ہے جیسے "فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" اب یہ جملہ ایک خاص انداز اور وقفہ سے بار بار استعمال ہوتا ہے، لیکن ہر جگہ سیاق وسباق کے لحاظ سے اس کا مفہوم الگ ہوگا"۔[14]

مذکورہ بالا ترجیع کی تعریفوں سے واضح ہوا کہ قرآن کریم میں نصائح اور وعدو وعید ایک جیسے الفاظ یا بعض جملوں کے اختلاف کے ساتھ بار بار ذکر کرنا آیات ترجیع کہلاتا ہے اور ان کا مقصد اللہ کی نعمتوں اور نصائح کا استحضار ہے، بندوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت، عنایت اور لطف کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے، تاکہ بار بار نصیحت اور نعمتیں یاد دلانے سے انسان کی برائی کی قوت کمزور پڑ جائے، نیکی اور شکر گزاری کے جذبات پروان چڑھیں۔ ترجیع کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مواقع کے لحاظ سے نہایت بامعنی اور پوری طرح واضح ہو اور جو بات اس سے اوپر بیان ہوئی ہے اس سے پورا پورا لگاؤ رکھتی ہو۔

قرآن کریم میں تکرار کی حکمتیں:

قرآن کریم میں تکرار کی حقیقی حکمتیں تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، تاہم مفسرین اور علما نے قرآنی اسلوب اور مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے آیات ترجیع کی وجوہ اور حکمتیں بیان کی ہیں، جو بڑی حد تک معقول معلوم ہوتی ہیں، علامہ برہان الدین زرکشی نے درج ذیل حکمتیں ذکر کی ہیں:

ا۔ تاکید کے لیے

قرآن کریم میں تکرار عموماً تاکید کے لیے ہوتا ہے، مکرر جملے سے ماقبل جملے کی تاسیس وتائید ہوتی ہے اور ایسا کلام فصیح و بلیغ سمجھا جاتا ہے، علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

---

[13]۔ اصلاحی، امین احسن (م۱۹۹۷)، تدبر قرآن (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۹۴ء)، ج8، ص87۔

[14]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات قرآنی، ص337۔

"وَاعْلَمْ أَنَّ التَّكْرِيرَ أَبْلَغُ مِنَ التَّأْكِيدِ لِأَنَّهُ وَقَعَ فِي تَكْرَارِ التَّأْسِيسِ وَهُوَ أَبْلَغُ مِنَ التَّأْكِيدِ فَإِنَّ التَّأْكِيدَ يُقَرِّرُ إِرَادَةَ مَعْنَى الْأَوَّلِ وَعَدَمَ التَّجَوُّزِ فَلِهَذَا قَالَ الزَّمَخْشَرِيُّ[15] فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: 'كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ' إِنَّ الثَّانِيَةَ تَأْسِيسٌ لَا تَأْكِيدٌ لِأَنَّهُ جَعَلَ الثَّانِيَةَ أَبْلَغَ فِي الْإِنْشَاءِ فَقَالَ: وَفِي 'ثُمَّ' تَنْبِيهٌ عَلَى أَنَّ الْإِنْذَارَ الثَّانِيَ أَبْلَغُ مِنَ الأول".[16]

تکرار میں تاکید سے زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اور تکرار نئے سرے سے بات کرنے کے قائم مقام ہوتاہے، اس لیے یہ تاکید سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے، تکرار پہلے معنی کی پختگی چاہتا ہے اور اختصار سے کام نہیں لیا جاتا،اسی لیے علامہ زمخشری نے اللہ تعالیٰ کے قول "كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ"[17] کے بارے میں کہا ہے کہ دوسرا تاسیس کے لیے ہے، تاکید کے لیے نہیں ہے،دوسری آیت کو مضمون کے لحاظ سے زیادہ بلیغ بنایا گیا ہے ، ''ثم ''میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ انذارِ ثانی، انذارِ اوّل سے زیادہ بلیغ ہے۔

اسی طرح یہ آیات ہیں: "وما أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ"[18] اورآپ کو کیا معلوم کہ یوم جزا کیا ہے، پھر آپ کو کیا معلوم کہ یوم جزا کیا ہے۔اوراللہ تعالیٰ کا قول"فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ"[19] پس ہلاک ہو کیسے اس نے رائے قائم کی، پھر ہلاک ہو کیسے اس نے رائے قائم کی۔

۲۔ تہمت اور شک کی نفی کرنا

بعض اوقات قرآن کریم مخاطب کے ذہن سے شک رفع کرنے کے لیے اپنی بات کو دہراتا ہے:

"زِيَادَةُ التَّنْبِيهِ عَلَى مَا يَنْفِي التُّهْمَةَ لِيَكْمُلَ تَلَقِّي الْكَلَامِ بِالْقَبُولِ وَمِنْهُ قَوْلُهُ ''وَقَالَ الَّذِيْ آمَنَ يا قَوْمِ اتَّبِعوْنِ أَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ يا قَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيا مَتَاع"۔[20]

---

[15]۔ الزمخشري، أبو القاسم محمود بن عمر بن أحمد، جار الله، (م 538ھ)(بیروت، دار الكتاب العربي،۱۴۰۷ھ)،ج4، 791۔

[16]۔الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن،ج3،ص11۔

[17]۔القرآن102: 3۔4

[18]۔القرآن ۸۲: ۱۷۔۱۸

[19]۔القرآن ۷۳: 19.20

[20]۔الزرکشی، البرہان،3: 13

زیادتی تنبیہ سے مقصود تہمت اور شک کی نفی کرنا ہے ،تا کہ بات کو آسانی سے قبول کیا جاسکے،اس کی مثال "وَقَالَ الَّذِيْ آمَنَ يا قَومِ اتَّبِعوْنِ أَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ -يٰا قَوْمِ إِنَّمَا هٰذِهِ الْحَياةِ الْدُّنْيا مَتَاع"[21]اور جو آدمی ایمان لاچکا تھا،اس نے کہا:اے میری قوم میری پیروی کرو میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی عارضی سامان ہے۔

اس آیت میں قوم فرعون کا مومن آدمی اپنی قوم کو نصیحت کر رہا ہے اور اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی سعی کر رہا ہے،اس کی کوشش یہ ہے کہ اس کی قوم اس کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر اس کی بات قبول کر لے اور نصیحت کرنے کے دوران وہ بار بار "یا قوم "کا لفظ استعمال کر رہا ہے، تا کہ قوم اس پر شک نہ کرے کہ یہ تو ایمان لاچکا ہے۔

۳۔ تازگی اور تجدید عہد کے لیے

قرآن کریم میں جب کلام طویل ہو جاتا ہے تو اصل نکتہ کو متعدد بار دہرا دیا ہے، تا کہ مقصود کلام فوت نہ ہو جائے:

"إِذَا طَالَ الْكَلَامُ وَخُشِيَ تَنَاسِي الْأَوَّلِ أُعِيدَ ثَانِيًا تَطْرِيَةً لَهُ وَتَجْدِيدًا لِعَهْدِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ الله ثُمَّ قَالَ: فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا، فَهَذَا تَكْرَارٌ لِلْأَوَّلِ"۔[22]

طوالت کلام کی وجہ سے اندیشہ ہو کہ پہلی بات بھول جائے گی، تو تازگی اور تجدید عہد کے طور پر کلام دوبارہ ذکر کر دیا جاتا ہے ،مثال کے طور پر"وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ الله"اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب آئی، پھر فرمایا :"فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا"پس جب ان کے پاس (کتاب) آئی تو اس کو نہ پہچانا۔[23]

یہود نبی آخر الزمان ﷺ اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب کا انتظار کر رہے تھے اور کفار ومشرکین سے مجادلہ کے وقت اس بات کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ آخری نبی تشریف لانے والے ہیں، ہم ان کے ساتھ مل کر تم پر غلبہ حاصل کریں گے ۔اس آیت مبارکہ میں یہود کو اس بات کی یاد دہانی کرائی گئی کہ جس نبی اور کتاب کا تم انتظار کر رہے تھے ،وہ آگئی۔ آیت مذکورہ میں دو بار اس عہد کی یاد دہانی کرائی، پھر درمیان میں ان کی بری خصلتیں ذکر کی گئیں، جن کی وجہ سے وہ

---

[21]۔ المؤمن40: 38۔39

[22]۔ الزرکشی، البرہان، ج3، ص 14 ۔

[23]۔ البقرہ 2: 89

ایمان نہیں لاتے تھے، چند آیات کے بعد سہ بار یہود کو ان کا عہد "وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللهِ"[24] کے الفاظ سے یاد کرایا۔

۴۔ عظمت اور ہیبت بیان کرنے کے لیے

بعض اوقات کسی بات کی عظمت اور ہولناکی بیان کرنے کے لیے ایک جملے یا اس کے بعض الفاظ کو بار بار دہرایا جاتا ہے:

"فِي مَقَامِ التَّعْظِيمِ وَالتَّهْوِيلِ كقوله تعالى: اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ، الْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةِ، إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أدراك ما ليلة الْقَدْرِ"۔[25]

عظمت اور ہیبت بیان کرنے کے لیے بات مکرر ذکر کی جاتی ہے جیسے: "اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ"،[26] "اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةِ"،[27] اور "إِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرَاكَ مَالَيْلَةُ الْقَدْرِ"[28]

مذکورہ بالا ابتدائی دو آیات میں قیامت کی ہیبت و ہولناکی بیان کرنے کے لیے ایک جملے کو کئی دفعہ دہرایا اور آخری آیت میں لیلۃ القدر کی عظمت بیان کرنے کے لیے لیلۃ القدر کا لفظ بار بار لائے۔

۵۔ ڈرانے، خوف دلانے کے لیے

کسی بات کا ڈر اور خوف پیدا کرنے کے لیے بات کو بار بار ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مخاطب اس سے ڈرے اور اپنے آپ کو بچا سکے، البرہان فی علوم القرآن میں ہے: "فِي مَقَامِ الْوَعِيدِ وَالتَّهْدِيدِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ وَذِكْرُ "ثُمَّ" فِي الْمُكَرَّرِ دَلَالَةٌ عَلَى أَنَّ الْإِنْذَارَ الثَّانِيَ أَبْلَغُ مِنَ الْأَوَّلِ وَفِيهِ تَنْبِيهٌ عَلَى تَكَرُّرِ ذَلِكَ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى وَإِنْ تَعَاقَبَتْ عَلَيْهِ الْأَزْمِنَةُ لَا يَتَطَرَّقُ إِلَيْهِ تَغْيِيرٌ بَلْ هُوَ فمُسْتَمِرٌّ دَائِمًا".[29]

ڈرانے اور خوف دلانے کے لیے تکرار لایا جاتا ہے، جیسے "كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ"[30] خبردار! عنقریب تم جان لوگے، پھر خبردار! عنقریب تم جان لوگے۔ یہاں دونوں مکرر جملوں کے درمیان "ثم" ذکر کیا، جو اس بات

---

[24]۔ البقرہ 2:101

[25]۔ الزرکشی، البرہان، 3: 17

[26]۔ الحاقۃ 69: 1۔2

[27]۔ القارعۃ 101: 1۔2

[28]۔ القدر ۹۷: 1۔2

[29]۔ الزرکشی، البرہان، 3: 17

[30]۔ التکاثر 102: 3۔4

پر دال ہے کہ دوسرا جملہ انذار میں پہلے جملے سے زیادہ بلیغ ہے ،اسی طرح ایک کے بعد دوسرا جملہ مکرر لانے میں تنبیہ ہے اور یہ تنبیہ ہمیشہ رہے گی، کوئی چیز اس میں تبدیلی نہیں لاسکتی، اگر چہ اس پر زمانے گزر جائیں۔

۶۔ تعجب کے لیے

تعجب کے لیے تکرار لایا جاتا ہے، جیسے "فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُم قُتِلَ كيْفَ قَدَّرَ" [31] یہاں دوبارہ جملہ ولید بن مغیرہ[32] کے سوچ بچار کرنے اور اپنے مقصد کے مطابق رائے قائم کرنے پر بطور تعجب لایا ہے،اللہ اس کو ہلاک کرے کیسے اس نے رائے قائم کی ؟ پھر خدا اس کو ہلاک کرے کہ کیسے اس نے رائے قائم کی۔

۷۔ جملہ کے متعلق متعدد ہوں

کسی جملے کے متعلق کثرت سے ہوں تو اس جملے کو متعلقین کی مناسبت سے بار بار ذکر کیا جاتا ہے، جیسے سورہ رحمٰن اور سورہ مرسلات میں ایک جملے کے بہت سے متعلقین ذکر ہوے ہیں۔

"لِتَعَدُّدِ الْمُتَعَلِّقِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: فَبِأَيِّ آلَاءِ ربكما تكذبان فَإِنَّهَا وَإِنْ تَعَدَّدَتْ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا مُتَعَلِّقٌ بِمَا قَبْلَهُ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَاطَبَ بِهَا الثَّقَلَيْنِ مِنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ وَعَدَّدَ عَلَيْهِمْ نِعَمَهُ الَّتِي خَلَقَهَا لَهُمْ فَكُلَّمَا ذَكَرَ فَصْلًا مِنْ فُصُولِ النِّعَمِ طَلَبَ إِقْرَارَهُمْ وَاقْتَضَاهُمُ الشُّكْرَ عَلَيْهِ وَهِيَ أَنْوَاعٌ مُخْتَلِفَةٌ وَصُوَرٌ شَتَّى". [33]

---

[31]۔ المدثر74: 19۔20

[32]۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ رسول ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس آتا جاتا تھا یہاں تک کہ قریش نے خیال کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے والا ہے، چنانچہ ابو جہل نے اس سے کہا کہ قریش کا خیال ہے کہ تم محمد ﷺ کے پاس اور ابو قحافہ کے بیٹے کے پاس بھی جاتے رہتے ہو، تم ان دونوں کے ہاں کھانا کھاتے ہو، تو ولید نے قریش سے کہا کہ تم لوگ خاندانی اور حسب ونسب والے اور عقل مند ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ محمد ﷺ مجنون ہیں؟ کیا تم نے اسے دیکھا ہے کہ کیا وہ کبھی پاگلوں کی سی بہکی باتیں کرتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں تو ولید نے پوچھا کہ تم اسے کاہن خیال کرتے ہو؟ کیا تم نے اسے کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ولید نے پوچھا تمہارا خیال ہے کہ وہ شاعر ہے؟ کیا تم نے کبھی اس کی زبان سے شعر سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر تم خیال کرتے ہو کہ وہ جھوٹا کذاب ہے؟ کیا تم نے کبھی اس کے جھوٹ بولنے کا تجربہ ہوا ہے؟ ابو جہل نے کہا کہ نہیں۔ تب ابو جہل نے ولید سے پوچھا کہ پھر وہ آخر کیا ہے؟ اس پر اس نے بقول قرآن 'انہ فکر وقدر' اس نے دل میں سوچ بچار کیا اور کہا کہ وہ ساحر ہے اور جو کچھ کہتا ہے وہ جادو ہے۔ یہی صورت حال اس قول خداوندی میں بیان کی گئی ہے۔ نیشاپوری، ابو الحسن علی بن احمد الواحدی، اسباب نزول القرآن، (کراچی، دارالاشاعت، 2005ء) ص:426۔

[33]۔ الزرکشی، البرہان، ج3، ص18۔

متعلق متعدد ہوں تو تکرار ہوتا ہے ،جیسے "فَبِأَيِ آلَائِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" ،یہ آیت اگر چہ متعدد بار آئی ہے لیکن ہر ایک آیت اپنی ما قبل آیت سے متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے ہر دو مخلوقات جن و انس کو مخاطب کیا ہے، انہیں نعمتیں گنوائی ہیں جو ان کے لیے پیدا کی ہیں اور ان پر شکر ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

زیر تحقیق مقالے میں تفسیر تبصیر الرحمن وتیسیر المنان کی آیات ترجیع کا مطالعہ کیا جائے گا:

تفسیر تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان کا تعارف

علامہ مہائمی کی تفسیر کا اصل نام "تبصیرالرحمٰن وتیسیر المنان بعض ما یشیر إلی إعجاز القرآن"ہے، لیکن تفسیر رحمانی اور تفسیر مہائمی کے نام سے مشہور ہے، اس کے حاشیہ پر امام ابی بکر محمد بن عزیز سجستانی کی کتاب ''نزھة القلوب فی تفسیر غریب القرآن'' درج ہے۔اس تفسیر کو مولانا محمد جمال الدین دہلوی مدار المہام ریاست بھوپال نے زرکثیر صرف کرکے نہایت اہتمام سے مطبع بولاق مصر سے چھپوایا۔یہ تفسیر دو ضخیم جلدوں میں ہے ،سن تصنیف ۸۳۱ھ ہے اوراس پر تقریظیں مولانا محمد قاسم نانوتوی،مولانا محمد حسین دہلوی اور مصر کے عالم محمد البیسونی کے قلم سے ہیں اور سن طباعت ۱۲۹۵ھ ہے۔علامہ مہائمی کی تفسیر ایک بے نظیر تفسیر ہے ،جید علما اور فضلا نے اس کی تعریف کی ہے۔نواب عزیز یار جنگ تاریخ النوائط میں لکھتے ہیں:

"صاحب التصانیف الفائقة والتالیفات الرائقة کالتفسیر المشهور بالرحمانی الذی لم یفز بمثله القاصی والدانی وحکی مولانا الشیخ حبیب الله قدس سره عن مصنفه انه قال: قابلت تفسیری باللوح المحفوظ"۔ [34]

آپ کی تصانیف برگزیدہ اورآپ کی تالیفات پسندیدہ ہیں جیساکہ تفسیر مہائمی، جس کا مثل اعلیٰ وادنیٰ کی نظر سے نہیں گزرااور مولانا شیخ حبیب اللہ قدس اللہ سرہ نے آپ سے نقل کیا ہے کہ میں نے لوح محفوظ سے اپنی تفسیر کا مقابلہ کرلیاہے

تفسیر مہائمی میں دوسری تفاسیر کے مقابلے میں چند خصوصیات خاص طور پر قابل ذکر ہیں،جوحسب ذیل ہیں:۔

[34]۔نواب عزیر جنگ، تاریخ النوائط،(حیدرآباد دکن، عزیز المطابع، س۔ن)،355۔

ا۔ نظم قرآن کا خیال رکھنا

ایک آیت کو دوسری آیت کے ساتھ کیا تعلق ہے اور پوری سورہ کا مضمون ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح مناسبت رکھتا ہے، اس تفسیر کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے۔مہائمی صاحب نے اس عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اس فریضہ کو سرانجام دیا ہے کہ کہیں سلسلہ کلام ٹوٹتا نہیں اور بڑی خوبی کی بات یہ ہے کہ سلسلہ مضمون میں آیت بریکٹ کے اندر آجاتی ہے پھر اس کے ساتھ ہی حقائق ومعارف بھی اختصار کے ساتھ بیان کرتے جاتے ہیں۔

۲۔عبارت ترجمہ کے ساتھ قرآنی الفاظ جوڑنا

عموماً مفسرین الفاظ قرآنی کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ پہلے قرآن کریم کی ایک آیت بیان کردی یا جملہ لکھ دیا اور پھر اس کی وضاحت کردی، جس میں عموماً سلسلہ کلام جڑا ہوا نظر نہیں آ تا،لیکن علامہ مہائمی کی یہ نمایاں خوبی ہے کہ مفہوم قرآنی کو الفاظ قرآنی سے اس طرح ملاتے ہیں کہ قاری کو سلسلہ کلام کہیں ٹوٹتا نظر نہیں آتا۔

۳۔سورتوں کے تمام نام ذکر کرنا

قرآن کریم کی سورتوں کے اسما کے بارے میں علما کے متعدد اقوال ہیں، جو کتب تفسیر میں ملتے ہیں،جس سے سورتوں کے نام متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔اکثر سور قرآنی ایک سے زائد ناموں کی حامل ہیں مثلاً سورۃ الفاتحہ کے بیس سے زائد نام بتائے جاتے ہیں لیکن عموماً مفسرین چند ایک نام ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں مگر علامہ مہائمی اس بات میں منفرد نظر آتے ہیں ،وہ حتی الامکان سورتوں کے تمام نام ذکر کرتے ہیں۔

۴۔سورہ کا تعارف

ہر سورت سے پہلے اس کا تعارف کرایا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا ہے،اگر مخصوص احکام کی وجہ سے ہے تو اس کی وضاحت کردی ہے یا کسی واقعہ یا پیغمبر کی وجہ سے ہے ،تو اس کی تھوڑی سی تاریخ یا تعارف بیان کردیا ہے ۔

۵۔بسم اللہ کی تشریح

آپ ہر جگہ بسم اللہ کی تشریح نئے انداز میں کرتے ہیں اور ہر مقام پر بسم اللہ کو مابعد آیات کے مضمون سے مربوط کرتے ہیں۔عموماً"بسم اللہ"کی تشریح میں لفظ اللہ کے بعد"المتجلی بکمالاتہ" یا"المتجلی

بجمعیتہ "یاصرف"المتجلی"کے الفاظ ذکر کرتے ہیں اوراس کے بعد جو عبارت لکھتے ہیں وہ متعلقہ سورت کے مضمون کے مطابق ہوتی ہے۔"الرحمان" اور"الرحیم"کے بعد ایک فقرہ لاتے ہیں جو حرف جار "ب"اوراس کے مجرور پر مشتمل ہوتا ہے۔اس طرح ہر مقام پر بسم اللہ کی نئی تشریح سامنے آتی ہے۔مثلاً سورہ بقرہ کی بسم اللہ کی جو تشریح کی ہے وہ سورہ ابراہیم کی تشریح سے مختلف ہوگی۔

۶۔حروف مقطعات کی وضاحت

علامہ مہائمی کا متشابہات کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ راسخین فی العلم ان کے بارے میں بات کرسکتے ہیں ،[35]اس لیے علامہ مہائمی نے قرآن کے تمام حروف مقطعات کی موقع و محل سے توجیہ کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ حروف ایسے مطالب رکھتے ہیں جو متصل مضمون سے متعلق ہیں۔مہائمی نے ہر حرف سے اندازاً ایک لفظ بنالیاہے اور پھر اس کی تشریح کی ہے اور کئی کئی احتمالات بیان کیے ہیں۔حروف مقطعات کے اس طرح مطالب بیان کرنے میں مہائمی کی یہ امتیازی شان ہے۔

۷۔مختصر وجامع

علامہ مہائمی کے نزدیک معنٰی ومفہوم کی اہمیت زبان وبیان سے زیادہ ہے۔ضرورت کے مطابق احادیث وآثار بھی ذکر کرتے ہیں ، قرآنی قصص اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں ،قرآنی آیات کا سبب نزول بھی واضح کرتے ہیں،فلسفیانہ توجیہات بھی پیش کرتے ہیں ،اسرار ورموز سے حجابات بھی اٹھاتے ہیں، لیکن زیادہ تفصیلات میں نہیں جاتے، آپ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے جملوں اور واضح اشاروں سے آیات کامفہوم واضح کردیں۔المختصر یہ تفسیر جلالین کی مانند ہے، مگر اس سے زیادہ جامع اور وسیع تر مضامین میں حاوی ہے۔

آیات ترجیع پر تفصیلی تبصرہ

علامہ مہائمی آیات ترجیع سے متعلق اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

35۔ المھائمی، علی بن احمد بن ابراھیم،(م ۸۳۵ھ)"تبصیر الرحمان وتیسیر المنان بعض مایشیر الی اعجاز القرآن،(مصر،مطبعہ بولاق، ۱۲۲۵ھ)،ج1،ص103۔

"فكل كلمة سلطان دارها وكل آية برهان جارها وإن ما توهم فيها من التكرار فمن قصور الانظار العاجزة عن الإستكبار ولا بد منه لتوليد الفوائد الجمة من العلوم المهمة"۔ [36]

ہر کلمہ اپنے جیسے کلمے کا تاکیدی بیان ہے اور ہر آیت اپنی جیسی آیت کے لیے دلیل ہے، اگر کسی کو اس میں تکرار محسوس ہو تو یہ پڑھنے والے کی کوتاہی ہے کہ بات کو سمجھ نہیں پا رہا۔ اگر ان آیات میں مزید غور و فکر کرتا چلا جائے تو قیمتی معلومات کا بہترین خزانہ میسر آئے گا۔

علامہ مہائمی کا آیات ترجیع میں منہج بمعہ امثلہ ذکر کیا جاتا ہے:

سورہ شعراء میں یہ آیات "إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةًوَمَاکَانَ اَکثَرُھُم مُّؤمِنِینَ-وَإِنَّ رَبَّکَ لَھُوَالعَزِیزُالرَحِیم" آٹھ دفعہ آئی ہیں، علامہ مہائمی نے ہر جگہ ان آیات کا مختلف مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور ہر مقام پر آیات کو ماقبل مضمون کے مطابق اس طرح مربوط کرتے ہیں کہ یہ آیات وہاں کا لازمی جزء محسوس ہوتی ہیں۔ مثلاً:

1۔ "إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةًوَمَاکَانَ اَکثَرُھُم مُّؤمِنِینَ-وَإِنَّ رَبَّکَ لَھُوَالعَزِیزُالرَحِیم"۔[37]

اس میں ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے، رحیم ہے۔[38]

"(إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةً) على الأمورالأخروية لأنها أهم من الأمور الدنيوية، فكيف يعتنى بالفوائد الدنيوية ويهمل الفوائد الأخروية (وَ) لايخفى هذا على من يؤمن بالآخرة ولكن (مَاكَانَ أَكثَرُھُم مُّؤمِنِينَ) بالأمور الأخروية (وَ) لكن لابد منها بمقتضى عزة الله ورحمته (وَإِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ العَزِيزُ الرَحِيْم) فيعذب بمقتضى عزته أعدائه ويثيب بمقتضى رحمته اوليائه"۔[39]

ان چیزوں کے پیدا کرنے میں آخرت کے اُمور پر نشانی ہے، کیونکہ آخرت کے امور دنیاوی امور سے زیادہ اہم ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیوی فوائد کا سامان تو اللہ تعالیٰ فرمادیں اور اخروی فوائد کو مہمل چھوڑ دیں اور ان کا سامان نہ کریں اور یہ بات ہر اس شخص پر عیاں ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور لیکن اکثر لوگ اخروی

[36]۔ مہائمی، تبصیر الرحمن وتیسیر المنان، ج1، ص2

[37]۔ الشعرا26 : 8-9

[38]۔ اس مقالہ میں جہاں کہیں آیت / آیات کا ترجمہ دیا ہے، وہ مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن سے ہے۔

[39]۔ المھائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2، ص87

امور پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اخروی امور پر ایمان لانا اللہ کی عزت اور رحمت کا تقاضا ہے ،بے شک آپ کا رب دشمنوں کو عزت کے تقاضے پر عذاب دے گا اور اپنی رحمت کے تقاضے پر اپنے وفاداروں کو اجر دیگا۔

ما قبل آیات میں آسمانی ہدایت سے متعلق منکرین کا رویہ، ان کا انجام اور مٹی جیسی حقیر چیز سے رنگ برنگ پھول، پھل اور مختلف قسم کے غلے اور میوؤں کا پیدا ہونا مذکور ہے، یہ سمجھایا کہ جس خدا نے تمہاری دنیوی ضروریات کے لیے تمام انتظامات کر دیے ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نے تمہاری آخرت کے لیے کچھ سامان نہ کیا ہو؟ اسی مناسبت سے علامہ مہائمی نے آیات کی وضاحت کی ہے۔

2۔ "إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَۃً وَّمَا کَانَ اَکثَرُھُم مُّؤمِنِینَ-وَإِنَّ رَبَّکَ لَھُوَالعَزِیزُالرَّحِیم"- [40]

بے شک اس واقعہ میں ایک عبرت ہے اوران میں سے اکثرلوگ ایمان نہیں لاتے ،بے شک آپ کا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے۔

"(إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَۃً) أی عظة تدعوا إلی الإیمان (وَ) لکن (مَاکَانَ أَکثَرُھُم) لکونھم محجوبین بحجاب العزة (وَ) إنما من من من لإرتفاعه عنه بالرحمة (إِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ العَزِیزُ الرَّحِیمُ) ومن ثار قھر العزة للمحجوبین بحجابھا إغراق قوم نوح ومن ثار الرحمة فی ذلک القھر برفعھا الحجاب إنجاء نوح ومن معه من المؤمنین"-[41]

بے شک اس میں ایمان کی طرف بلانے والی نصیحت ہے ،لیکن اکثرلوگ ایمان نہیں لاتے، کیونکہ وہ اپنی انا کی وجہ سے ایمان سے محروم ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اس وجہ سے کہ اللہ نے اپنی رحمت سے ان سے حجاب اٹھالیے ہیں، کیونکہ وہ عزیز ورحیم ہے اوراللہ کی عزت کے قہر کا نمونہ ہے کہ قوم نوح پر ایسے حجاب پڑے کہ وہ غرق ہوگئے اوراللہ کی رحمت کا ہی نمونہ ہے کہ قوم نوح پر قہر کے دوران ہی اس نے حضرت نوح علیہ السلام اورآپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دیدی۔

گذشتہ رکوع میں حضرت نوحؑ کی اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دعوت کا ذکر ہے اور آپ کی قوم کا جواب مذکور ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم آپ اور آپ کے گھٹیا ساتھیوں کی بات کو تسلیم کر لیں اور خبر دار کیا کہ آپ اپنی تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو سنگ سار کریں گے، انجام کار اللہ تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کو طوفان میں غرق کر دیا اور آپ کے ماننے والوں کو نجات عطا فرمائی، اسی مناسبت سے آیات کا مفہوم بیان ہوا ہے۔

---

[40]۔ الشعرا 26 : 103-104

[41]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2، ص92۔

3۔　"إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةًوَمَاکَانَ اَکثَرُھُم مُّؤمِنِینَ-وَإِنَّ رَبَّکَ لَھُوَالعَزِیزُالرَحِیم"-[42]

بے شک اس میں بڑی عبرت ہے اوران میں اکثرلوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کارب بڑازبردست اوربہت مہربان ہے۔

"(إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةً) علی إن من غیر من أمر الله شیأ عذبه یوم القیامة یعتبرھا من□من (وَ) لکن (وَمَا کَانَ أَکثَرُھُم مُّؤمِنِینَ-وَ) لم یعلموا إن االله غالب علی تغییر حال من غیر شیأ من أمره وإن کان قد رحمه بتلک الحال (إِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ العَزِیزُ الرَحِیمُ)"-[43]

بے شک اس میں اس بات پرنشانی ہے کہ جس نے اللہ کے حکم کو تبدیل کیااس کوقیامت کے دن عذاب دیاجائے گااورجواللہ تعالیٰ کے حکم پرایمان لائے گااس کوعذاب نہیں ہوگااوراکثرلوگ ایمان نہیں لاتے اور نہیں جانتے کہ جس نے اللہ کے حکم کوتبدیل کیااللہ اس کے حال کوبدلنے پرقادر ہے اگرچہ اپنی رحمت کی وجہ سے نہیں بدلتاکیونکہ آپ کارب زبردست ہے حکمت والاہے۔

ماقبل رکوع میں حضرت صالحؑ کااپنی قوم کو دعوت توحید کاذکر ہے کہ قوم نے حضرت صالحؑ سے معجزہ طلب کیا،اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے اونٹنی ظاہر کردی اور حکم دیاکہ اس کے کھانے،پینے کاخیال رکھناہے اوراسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچانی،لیکن قوم ثمود نے اس کااکرام کرنے کی بجائے اس کوقتل کردیا،جس پر مجرموں کوعذاب کاسامنا کرناپڑا،اسی مناسبت سے آیات کامفہوم بیان ہواہے۔

4۔　"إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیَةًوَمَاکَانَ اَکثَرُھُم مُّؤمِنِینَ-وَإِنَّ رَبَّکَ لَھُوَالعَزِیزُالرَحِیم"-[44]

بے شک اس میں عبرت ہے اوران میں اکثرلوگ ایمان نہیں لاتے اوربے شک آپ کارب بڑی قدرت والابڑی رحمت والاہے۔

"(إِنَّ فِی ذٰلِکَ) الأمطار(لَاٰیَةً) علی إن من غیر أمر االله إستحق مطر السوء (وَ) لکن لم یعتبرھا أکثرھم اذ (مَاکَانَ أَکثَرُھُم مُّؤمِنِینَ) إذ لم ینظروا إلی عزته بل اغتروا برحمته (وَإِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ العَزِیزُ الرَحِیمُ)"-[45]

---

[42]۔الشعرا26: 158۔159

[43]۔مہائمی،تبصیر الرحمان وتیسیر المنان،ج2،ص95۔

[44]۔الشعرا26: 174۔175

[45]۔مہائمی،تبصیر الرحمان وتیسیر المنان،ج2،ص96۔

بے شک پتھروں کی مار جو قوم لوط کو پڑی، اس میں اس بات کی نشانی ہے کہ جس نے اللہ کے حکم کو بدلا وہ بری بارش کا مستحق ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے، کیونکہ وہ اس کی عزت پر نظر نہیں کرتے ،بلکہ اللہ کے احکام اس کی رحمت کی بنیاد پر بدل دیتے ہیں اور بیشک آپ کا رب عزت والا ہے ،رحم کرنے والا ہے۔

ما قبل آیات میں قوم لوط کا احکام الٰہی کو بدلنے کا ذکر ہوا ہے کہ وہ عورتوں کی بجائے مردوں سے اپنی نفسانی خواہش پوری کرتے تھے، اسی مناسبت سے آیات کا مفہوم بیان ہوا۔

سورہ قمر کی آیات ترجیع میں علامہ مہائمی کا منہج ملاحظہ ہو:

سورہ قمر میں یہ آیات"فَكَيفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ-وَلَقَديَسَّرنَاالقُرآنَ لِلذِّكرِفَهَلْ مِن مُّدَّكِر" چار مرتبہ آئی ہیں اور ہر مقام پر علامہ مہائمی نے سیاق وسباق کے مطابق مربوط کیا ہے۔

5۔ "فَكَيفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ-وَلَقَديَسَّرنَاالقُرآنَ لِلذِّكرِفَهَلْ مِن مُّدَّكِر"۔[46]

پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے، سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

"(فَكَيفَ كَانَ عَذَابِي) بالأغراق لمن لم يكن فيها (وَ)كيف كان حال (نُذُرِ) بالنجاة عنه هذا لمن رأى السفينة (وَ) من لم يرها (لَقَد يَسَّرنَا القُرآنَ لِلذِّكرِ) بهذه السفينة وغيرها (فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ) بوجه من وجوه تذكيره"۔[47]

جو لوگ اس کشتی میں نہیں تھے ،ان کے غرق ہونے کا عذاب کیسا تھا اور کیا حال تھا ڈرانے والوں کا جو نجات پا گئے۔یہ نصیحت اس کے لیے ہے جس نے کشتی دیکھی اور جس نے کشتی نہیں دیکھی تو اس کے لیے ہم نے قرآن آسان کر دیا کہ وہ اس کشتی اور اس کے علاوہ دوسری نصائح سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے، ہے کوئی نصائح سے نصیحت حاصل کرنے والا؟

ما قبل آیات میں نبی کی مخالفت پر قوم نوح کی غرقابی کا ذکر ہے اسی مناسبت سے علامہ مہائمی نے آیات کو مربوط کیا ہے۔

---

[46]۔القمر54: 16۔17

[47]۔مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2: 310۔

6۔ "فَكَيفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ۔ إِنَّآأَرْسَلْنا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُواْ كَهَشِيْمِ الْمُحْتَضَرِ۔ وَلَقَديَسَّرنَاالقُرْآنَ لِلذِّكرِفَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ"۔[48]

سومیرا عذاب اور میرا اڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے بھیجی ان پر ایک چنگھاڑ، پھر رہ گئے جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی۔ اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

"(فَكَيفَ كَانَ عَذَابِي) على عقر الناقة التى هي آيتى فضلا عنه على الكفر بصالح (وَ)كيف كان حال (نُذُرِ)فى النجاة عنه مع كونه فيهم (إِنَّآأَرْسَلْنا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً)من جبرئيل تناسب ما حصل من الناقة حال تعذيبها بالقتل فماتوا(فَكَانُواْ كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظَرِ)أى الحشيش اليابس الذى يجمعه صاحب الحظيرة لماشيته أو كالشجر اليابس الذى ياخذه من يعمل الحظيرة ففيه عبرة لمن رأى (وَ) من لم ير (لَقَد يَسَّرنَا القُرْآنَ لِلذِّكرِ) أى لذكر امثاله ومافوقه (فَهَل مِن مُّدَّكِرٍ) بشىء من أمثاله"۔[49]

میری نشانی اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے پر میرا عذاب کیسا تھا؟ کجایہ کہ حضرت صالحؑ کے ساتھ کفر کرنے کا عذاب دیا جاتا اور کیا حال تھا ڈرانے والوں کا، جو ان میں موجود ہونے کے باوجود نجات پا گئے؟ اور ہم نے حضرت جبریلؑ کے ذریعے ان پر ایک چنگھاڑ اس شدت سے بھیجی جس شدت سے انہوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا، جس سے وہ ہلاک ہو گئے اور ایسے ہو گئے جیسے روندی ہوئی کانٹوں کی باڑ، یعنی خشک گھاس جس کو کسان راستے پر ڈالنے کے لیے جمع کرتا ہے، تاکہ اس پر چل سکے یا خشک درخت کی طرح ہو گئے جس کو کسان جلانے کے لیے حاصل کرتا ہے، اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت تھی جنہوں نے یہ واقعہ دیکھا اور جس نے اس قوم کی عذاب والی حالت نہیں دیکھی، تو اس کے لیے اس کے مثل اور اس سے بڑھ کر قرآن میں نصیحت ہے۔ کیا کوئی ہے جو اس جیسی مثالوں سے نصیحت حاصل کرے؟

ماقبل آیات میں قوم ثمود کا ذکر ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنے نبی کی مخالفت کی بلکہ اسے جھوٹا اور شیخی خور کہا اور منہ مانگا معجزہ، اونٹنی کو قتل کر دیا، جس پر فرشتے نے چیخ ماری، نافرمانوں کے کلیجے پھٹ گئے اور سب چورا ہو کر رہ گئے، جیسے کھیت کے گرد کانٹوں کی باڑ لگا دیتے ہیں اور چند روز کے بعد پائمال ہو کر اس کا چورا ہو جاتا ہے، علامہ مہائمی نے اسی مناسبت سے آیات کو مربوط کیا۔

[48]۔ القمر54: 30۔32

[49]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2، ص310۔

7۔ "فَذُوقُوا عَذَابِی وَنُذُرِ-وَلَقَدیَسَّرنَاالقُرآنَ لِلذِّکرِفَھَلْ مِن مُّدَّکِر"۔[50]

کہ لومیرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھواور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے، سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

"(فَذُوقُوا عَذَابِی وَ) اثر ما قاله (نُذُرِ) ضما للعذاب العقلی الی الحسی (وَ) هذا وان لم یکن محسوسا فی الدنیایذکره القرآن (لَقَد یَسَّرنَا القُرآنَ لِلذِّکرِ فَهَل مِن مُّدَّکِر)"۔[51]

چکھو میرا عذاب اور اس کا اثر جو ڈرانے والوں نے کہا اور یہ عقلی سے حسی طور پر سمجھا جا سکتا ہے، اگرچہ دنیا میں محسوس نہ ہو، لیکن قرآن کریم نے اس کے متعلق نصیحت کر دی ہے اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، کوئی ہے اس سے نصیحت حاصل کرنے والا؟

چونکہ یہ آیات ،اس سورہ کی آخری آیاتِ ترجیع ہیں، اس لحاظ سے ان کا مفہوم بطور خاتمہ کے ذکر کیا گیا۔

سورہ رحمان میں علامہ مہائمی آیات میں بیان شدہ تمام امور کو نعمت ثابت کرتے ہیں اور پھر "فَبِأَیِّ آلَاءِ رَبِکُمَاتُکَذِّبَانِ" کو اس سے مربوط کر دیتے ہیں، چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

8۔ "یَسئَلُه مَن فِی السَّمٰوَاتِ وَالأَرضِ- کُلَّ یَومٍ هُوَفِی شَأنٍ"۔[52]

اسی سے سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں ،وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔

"(یَسئَلُهُ مَن فِی السَّمٰوَاتِ وَالأَرضِ) وفیضه وإن کان دائما فهو یختلف بأختلاف الأحوال والازمان اذ (کُلَّ یَومٍ هُوَ فِی شَأنٍ) بأختلاف الأسئلة لأنها من جملة الأحوال ثم إنه یفیض علی أهل القرآن کل یوم شأنا من شئونه (فَبِأَیِّ آلَاءِ رَبِکُمَاتُکَذِّبَانِ)"۔[53]

آسمان وزمین کی تمام مخلوقات اللہ سے سوال کرتی ہیں اور اس کا فیض اگرچہ ہمیشہ جاری رہتا ہے لیکن حالات وزمانہ کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے کیونکہ ہر نئے دن اس کی نئی شان ہے اور اللہ مختلف سوالوں پر مختلف فیض فرماتا ہے کیونکہ ہر قسم کے سوالات اللہ سے کیے جاتے ہیں ،لیکن اللہ قرآن والوں پر

---

[50]۔ القمر54: 39۔40

[51]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2، ص310۔

[52]۔ الرحمٰن55: 29

[53]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2، ص313۔

ہر دن اپنا فیض ایک نئی شان سے فرماتا ہے، تو اے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

سوالات اور حاجتیں پوری کرنا احسان عظیم ہے، علامہ مہائمی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فیض تمام مخلوقات میں جاری ہے، لیکن قرآن والوں کو اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر نوازتا ہے، اسی مناسبت سے آیات کو مربوط کیا۔

9۔ "يُرسَلُ عَلَيكُمَاشُوَاظٌ مِن نَارٍوَنُحَاسٌ فَلَاتَنتَصِرَانِ"۔[54]

تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم ہٹا نہ سکو گے۔

"(يُرسَلُ عَلَيكُمَاشُوَاظٌ) أى لهب (مِن نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَاتَنتَصِرَانِ) أى فلاتدفعانهما إلا بتلك الحجة فاذا علمنا كما تلك الحجة فى القرآن (فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِكُمَاتُكَذِّبَانِ)"۔[55]

وہ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑے گا اور تم اس کو اس حجت کے بغیر دور نہیں کر سکو گے۔ پس جب ہم نے قرآن کے ذریعے تمہیں یہ حجت سکھادی، تو اے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کو اختیار کرتے ہوئے ہی بچا جا سکتا ہے، علامہ مہائمی فرماتے ہیں کہ اس طریقے کی نشان دہی کرنا ایک نعمت ہے۔

10۔ "وَلِمَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ"۔[56]

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہتا ہو اس کے لیے دو باغ ہوں گے۔

"(ولمن خاف مقام ربه) فبالغ فى النظر فى حججه ليتخلص من هذا التردد (جنتان) روحانية وجسمانية لمعارفه ولأعماله فاذا حصل لكم الخلاص من النار والحميم والجنتان بهذه الحجة القرآنية (فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِكُمَاتُكَذِّبَانِ)"۔[57]

یعنی جو آدمی اپنے تقویٰ میں مبالغہ کر کے اس تردد سے نجات پا جائے تو اس کے لیے دو باغ ہیں، روحانی اور جسمانی اور یہ اس کے معارف اور اعمال کی وجہ سے ملیں گے۔ پس جب تمہیں آگ اور گرم پانی

---

[54]۔ الرحمٰن 55: 35

[55]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج 2، ص 313۔

[56]۔ الرحمٰن 55: 46

[57]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج 2، ص 214۔

سے نجات مل گئی اوراس حجت قرآنیہ سے جنتیں مل گئیں تواے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ماقبل آیات میں جہنمیوں کا ذکر ہے کہ وہ آگ اور کھولتے ہوئے پانی میں سزا دیے جائیں گے اور آیت ہذا میں جہنم سے بچنے کا طریقہ بتایااور یہ ایک عظیم نعمت ہے۔

11۔ "هَلْ جَزَاءُ الإِحسَانِ إِلَّاالْإِحسَانُ"۔[58]

بھلاغایت اطاعت کابدلہ بجزغایت عنایت کے کچھ اور بھی ہوسکتاہے؟

"(هَل جَزَاءُ الإِحسَانِ) ای إحسان الإعتقاد والعمل (إِلَّاالْإِحسَانُ) أی إحسان الجزاء بتكميله واذا ثبت هذا الجزاء بالقرآن (فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَاتُكَذِّبَانِ)"۔[59]

یعنی اعمال اورعقائدمیں اخلاص کابدلہ نیکی اورانعامات کی تکمیل ہے اور جب یہ بدلہ قرآن سے ثابت ہے تواے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اچھے عقائد واعمال پر انعامات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمائے ہیں اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے آگاہ فرمادیا، تاکہ لوگ جستجو کریں۔

سورہ مرسلات میں علامہ مہائمی کی تفسیر سے آیات ترجیع کی چندمثالیں ملاحظہ ہوں:

12۔ "وَيلٌ يَّومَئِذٍلِلمُكَذِّبِينَ"۔[60]

اُس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔

"(وَيلٌ يَّومَئِذٍ لِلمُكَذِّبِينَ) من الأولين والآخرين المهلكين فی الدنيا وغيرهم"۔[61]

اس دن دنیا میں ہلاک ہونے والے اوران کے علاوہ اگلے پچھلے مکذبین کے لیے ہلاکت ہوگی۔

ماقبل آیات میں اولین مجرموں(قوم نوح،عاد،ثمود) اور بعد میں آنے والے مجرموں(قوم لوط،شعیب اور فرعون)کی ہلاکت کاذکر ہے، اسی مناسبت سے آیت کامفہوم بیان ہوا۔

---

[58]۔ الرحمٰن 55: 60

[59]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2، ص315۔

[60]۔ المرسلات 77: 19

[61]۔ مہائمی، تبصیر الرحمان وتیسیر المنان، ج2، ص382۔

نتیجہ ءبحث

مفسرین کے ہاں قرآن کی تفسیر کا ایک متفقہ اصول" تفسیر القرآن بالقرآن "ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ زیر غور آیت کے نظم وتالیف اورسیاق وسباق یعنی ماقبل ومابعد کے مضمون پر غور کیا جائے اورآیت کا وہ مفہوم بیان کیا جائے جو نظم کلام اورسیاق وسباق کے منافی نہ ہو، بلکہ آیت کے ساتھ مربوط ہو اس لیے سیاق وسباق کی روشنی میں مفہوم متعین کرنا بھی تفسیر القرآن بالقرآن کی ایک قسم ہے۔اس لیے علامہ مہائمی سیاق وسباق کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔قرآنی الفاظ سے قبل وہی الفاظ استعمال کرتے ہیں جو ماقبل ومابعد سے مترشح ہورہے ہوتے ہیں۔

علامہ مہائمی کا دعویٰ ہے کہ میری تفسیر،نکات نظم قرآنی کا بہترین مجموعہ ہے ،جن میں سے اکثر مجھ سے قبل کسی جن وانس کی دسترس میں نہیں آئے[62] اورعلامہ مہائمی کا نظریہ نظم یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہربات دوسری بات سے مربوط ہے، اس لیے آپ ہرلفظ کو دوسرے لفظ،ہر جملے کو دوسرے جملے اورہر آیت کو دوسری آیت سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا مطالعہ سے ثابت ہوا کہ قران کریم کی آیات ترجیع کا مفہوم سیاق وسباق کے مطابق ہر مقام پر مختلف ہے اور علامہ مہائمی ہر مقام پر ایسی آیات کو ماقبل ومابعد مضمون سے مربوط کرنے میں کامیاب ہوے ہیں اور قرآن کریم میں تکرار کے شبہ کو رفع کیا ہے۔

[62] ۔مہائمی،تبصیر الرحمان وتیسیر المنان،ج1،ص3۔